

سپریم کورٹ رپورٹس (2006) SUPP.10 ایس سی آر

کملادیوی  
بنام  
خوشحال کنور اور دیگر

15 دسمبر 2006

(ایس۔ بی۔ سنہا اور مارکنڈے کاٹجو، جسٹسز)

ضابطہ دیوانی کی کاروائی، 1908:

دفعہ 100 اے یعنی عدالت عالیہ کے واحد جج کا اپیل میں فیصلہ اور ڈویژن بینچ کے سامنے مزید اپیل کے تحت سی پی سی (ترمیمی) ایکٹ نمبر 22 کے نافذ ہونے سے قبل دائر کی گئی عدالتی فرمان قابل سماعت ہوگی۔

عدالت عالیہ کے واحد جج کے فیصلے کے خلاف ایک خصوصی اپیل سال 1992 میں عدالت عالیہ کے ڈویژن بینچ کے سامنے دائر کی گئی تھی۔ خصوصی اپیل کا فیصلہ 19.9.2005 کے فیصلے کے ذریعہ کیا گیا تھا۔ دریں اثنا سی پی سی (ترمیمی) ایکٹ نمبر 22 آف 2002 میں دفعہ 100 اے کی جگہ لے لی گئی۔

موجودہ اپیل میں اپیل گزار کی جانب سے یہ دلیل دی گئی تھی کہ ضابطہ اخلاق کی دفعہ 100 اے نہ صرف اپیل دائر کرنے پر پابندی عائد کرتی ہے بلکہ زیر التوا اپیل میں بھی اس کی طرف راغب کیا جائے گا۔

اپیل مسترد کرتے ہوئے عدالت:

اس عدالت کے فیصلے میں بیان کردہ قانون کے اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے، یہ واضح ہے کہ 2002 کے ایکٹ کے نفاذ سے پہلے دائر کردہ عدالتی اپیل قابل سماعت ہوگی۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ ضابطہ دیوانی، 1908 کی دفعہ 100-اے کا سابقہ اثر ہوگا تا کہ مذکورہ ایکٹ کے نافذ ہونے سے پہلے ترجیح دی گئی اییلوں کو بھی اس کے دائرے میں لایا جاسکے۔ (1155-ایچ؛ 1156-اے-بی)

پی ایس ستھاپن (متوفی) بذریعہ قانونی نمائندے آندھرا بینک لمیٹڈ اور دیگر (2004) 11 ایس سی 672 کے بعد۔

بینڈو ڈی سوزا آپیکسی (متوفی) بذریعہ قانونی نمائندے یو ایٹ الوارس کولاکو اور دیگر، (2004) 13 ایس سی 438، پر انحصار کرتے ہیں۔

سلیم ایڈوکیٹ بار ایسوسی ایشن، ٹی این وغیرہ بنام یونین آف انڈیا، (2003) 1 ایس سی 49۔  
میسرز حسین قاسم دادا (انڈیا) لمیٹڈ بنام ریاست مدھیہ پردیش اور دیگر اے آئی آر (1953) ایس سی 221۔  
شیو شکتی کوآپریٹو ہاؤسنگ سوسائٹی، ناگپور بنام میسر سوراج ڈویلپرز اور دیگر اے آئی آر (2003) ایس سی 2434۔  
بل پال بنام ملینا پال اور ایک اور (2003) 10 ایس سی سی 361۔  
برہن مجبی میونسپل کارپوریشن اودیرگر بنام اسٹیٹ بینک، (1999) 1 ایس سی سی 123۔  
اور مکمل کمار دتہ اودیرگر بنام روبی جنرل ہسپتال لمیٹڈ اور دیگر (2006) 17 سکیل 668 جس کا حوالہ دیا گیا ہے۔

دیوانی ایپیلیٹ کا دائرہ اختیار: دیوانی اپیل نمبر 5838 آف 2006۔

ڈی بی اسپیشل اپیل (سول) نمبر 22/1992 میں جے پور میں راجستھان عدالت عالیہ کے 19.9.2005 کے حتمی فیصلے اور حکم سے۔

درخواست گزار کی طرف سے ابے چودھری نمیش گپتا، کامیاجین، رجت مہاجن شامل ہیں۔

جواب دہندگان کے لئے پروین سوروپ۔

عدالت کا فیصلہ کس نے سنایا

جسٹس ایس بی سنہا: اجازت دے دی گئی۔

اس اپیل میں ضابطہ دیوانی، 1908 کی دفعہ 100-اے (مختصر طور پر 'ضابطہ') شامل ہے، جو 1992 کی ڈی بی خصوصی اپیل نمبر 22 میں راجستھان عدالت عالیہ، بے پور پنچ، بے پور کی ایک ڈویژن پنچ کی طرف سے 19.09.2005 کے فیصلے اور حکم سے پیدا ہوتی ہے۔

درخواست گزار کے والد بلاشبہ جائیداد کے مالک تھے۔ 03.07.1973 کو ان کا انتقال ہو گیا اور وہ اپنی بیوہ شریمتی آنندی دیوی اور دیگر فریقین کو پیچھے چھوڑ گئے۔ اس نے مبینہ طور پر درخواست گزار کے حق میں 'آندو ہار' کے نام سے مشہور گھر کا ایک حصہ تحفے میں دیا۔ 22.02.1977 کو شریمتی آنندی دیوی کا انتقال ہو گیا۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے 28.01.1977 کو مدعا علیہ نمبر 1 کے حق میں وصیت کی تھی۔ مذکورہ وصیت کے سلسلے میں پروبیٹ کی منظوری کے لئے اس کی طرف سے مدعا علیہ نمبر 1 کے حق میں درخواست دائر کی گئی۔ درخواست گزار نے مذکورہ کارروائی میں تنبیہ کی۔ پروبیٹ کی منظوری کے لئے درخواست 1978 کے پروبیٹ کیس نمبر 31 کے طور پر درج کی گئی تھی جسے مقدمے میں تبدیل کر دیا گیا تھا۔ درخواست گزار نے یہاں دیگر باتوں کے ساتھ ساتھ مندرجہ ذیل بنیادوں پر اعتراضات اٹھائے ہیں:

شریمتی آنندی دیوی اپادھیائے نے نہ تو 28 جنوری 1977 کو کسی وصیت اور عہد نامہ پر عمل کیا اور نہ ہی وہ جسمانی اور ذہنی طور پر کسی وصیت اور عہد نامہ پر عمل کرنے کے قابل تھیں کیونکہ وہ جنوری 1976 سے کینسر میں مبتلا تھیں اور دسمبر 1976 سے اپنی موت تک انتہائی نازک اور سنگین حالت میں بستر پر بند تھیں۔ اس کے علاوہ، شریمتی آنندی دیوی ذہنی اور جسمانی طور پر معذور تھیں اور ان کی ذہنی حالت ٹھیک نہیں تھی۔ لہذا مبینہ

وصیت اور عہد نامہ پر عمل درآمد کو سختی سے مسترد کیا جاتا ہے اور درخواست گزار کو اس کا سخت ثبوت پیش کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ، شری متی آنندی دیوی کو درج ذیل وجوہات کی وجہ سے الحاق شدہ حلف نامہ میں بیان کردہ تناسب کی کسی وصیت یا عہد نامہ پر عمل کرنے کا کوئی حق یا لقب نہیں تھا۔

(ا) آنجہانی جناب گنیشی لال اپادھیائے کی تین بیٹیاں تھیں جن کے نام شری متی کملا دیوی، شری متی نہال کنور اور شری متی کشال کنور اور ایک بیوی شری متی آنندی دیوی اور جناب گنیشی لال اپادھیائے تھیں جن کا انتقال 3 جولائی 1973 کو جھانسی (یو پی) میں ہوا تھا۔

(ب) جناب گنیشی لال اپادھیائے نے شری متی کملا دیوی کو آئندہ ڈی بہار کے 34 فٹ 25 x فٹ کے کھلے پلاٹ کا ایک حصہ تحفے میں دیا تھا جس پر اب کنیادان میں ان کی شادی کے موقع پر اے ایم سی نمبر 258 / 1 ہے اور انہوں نے 6 مئی 1956، کو اپنی روزانہ کی ڈائری میں مذکورہ تحفے کا نوٹ بنایا تھا۔ جو درخواست گزار کے قبضے میں ہے اور یکم نومبر 1970 کو اجمیر کی میونسپل کونسل کو دی گئی درخواست میں بھی اس کا ذکر کیا گیا ہے۔ شری متی کملا دیوی نے دسمبر 1963 میں اپنے اور اپنے شوہر کے وسائل سے تعمیر کروائی تھی۔

(ت) سوائے شری متی کملا دیوی کی جائیداد کے جو پیرا نمبر میں بیان کی گئی ہے۔ مذکورہ بالا جناب گنیشی لال کے پاس راجندر پورہ، ہاتھی بھاٹا، اجمیر میں واقع اے ایم سی 258 کے ساتھ آئندہ بہار نامی جائیداد ان کے اپنے خصوصی قبضے اور ملکیت میں تھی کیونکہ مذکورہ جائیداد آنجہانی شری گنیشی لال نے اپنے نام پر خریدی گئی زمین پر اپنے ذریعے تعمیر کروائی تھی۔

(ث) آنجہانی شری گنیشی لال کے پسماندگان میں تین بیٹیاں ہیں جن کے نام شری متی کملا دیوی، شری متی نہال کنور اور شری متی کشال کنور اور ان کی اہلیہ شری متی آنندی دیوی ہیں۔

(ای) 22 فروری 1977 کو اجمیر میں شری متی آنندی دیوی کا انتقال ہو گیا اور اس طرح تین بیٹیاں، جو واحد زندہ بچ گئیں، مشترکہ طور پر جائیداد اے ایم سی 12 / 258 آئندہ بہار، اجمیر اور منقولہ جائیداد بشمول سونے اور چاندی کے زیورات، دو موٹر کاریں، برتن وغیرہ وراثت میں ملی۔

(ح) آنجہانی شری گنیشی لال کی موت کے بعد مذکورہ غیر منقولہ اور منقولہ جائیداد ان کی بیوی شری متی آنندی دیوی اور ان کی تین بیٹیوں کو وراثت میں ملی تھی۔ نتیجتاً، شری متی آنندی دیوی، اگر کبھی کسی وصیت کو عملی جامہ پہنانا چاہتی تھیں، حالانکہ انہوں نے کبھی نہیں کیا، تو غیر منقولہ جائیداد میں اپنے صرف ایک چوتھائی حصے کی وصیت پر کبھی عمل نہیں کیا۔ لیکن چونکہ انہوں نے ایسا نہیں کیا، اس لیے یہ جائیداد ان کی تین زندہ بیٹیوں کو وراثت میں ملی ہے۔

مذکورہ مقدمہ اجمیر کے فاضل ڈسٹرکٹ جج کی طرف سے 29 اپریل 1987 کو دیے گئے ایک فیصلے اور حکم نامے کے ذریعے خارج کر دیا گیا تھا، جس میں کہا گیا تھا کہ اگرچہ مدعا علیہ نمبر 1 نے یہ ثابت کر دیا تھا کہ وصیت پر عمل درآمد کیا گیا تھا، لیکن وصیت پر عمل درآمد کے بعد اس کے ساتھ منسلک نقشے کو تبدیل کر دیا گیا تھا اور اس طرح، پیش کردہ وصیت سے چھیڑ چھاڑ کی گئی تھی۔ راجستھان عدالت عالیہ کے واحد جج نے 13.02.1992 کے ایک فیصلے اور حکم کے ذریعے مدعا علیہ نمبر 1 کے خلاف اس کے خلاف ترجیح دی گئی پہلی اپیل کو یہ کہتے ہوئے خارج کر دیا تھا کہ وصیت پر عمل درآمد مشکوک ہے کیونکہ جس نقشے کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اس کے ساتھ منسلک کیا گیا ہے وہ وہی نہیں ہے جو اس کے اندراج کے وقت منسلک پایا گیا تھا۔

اس کے خلاف انٹرا کورٹ اپیل کو ترجیح دی گئی۔ مذکورہ فیصلے کی وجہ سے فاضل واحد جج کی جانب سے دیے گئے فیصلے اور حکم کو کالعدم قرار دے دیا گیا۔ اس کے خلاف دائر نظر ثانی کی درخواست بھی مسترد کر دی گئی۔

پارلیمنٹ نے 1976 کے ایکٹ نمبر 104 کی دفعہ 38 کے ذریعے ضابطہ دیوانی میں دفعہ 100 اے کو شامل کیا، جس کی جگہ 01.07.2002 کے ایکٹ نمبر 22 کی دفعہ 4 نے لے لی، جو اس سے نافذ العمل ہوا۔

اس اپیل میں غور و خوض کے لئے بنیادی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا راجستھان عدالت عالیہ کی ڈویژن بنچ کے سامنے مدعا علیہ نمبر ایک کی طرف سے دائر خصوصی اپیل قابل سماعت تھی۔

اپیل کنندہ کی جانب سے پیش ہونے والے فاضل وکیل کا موقف یہ ہے کہ دفعہ 100 اے نہ صرف اپیل دائر کرنے پر پابندی عائد کرتی ہے بلکہ زیر التوا اپیل میں بھی اس کی طرف راغب کیا جائے گا۔

ضابطہ دیوانی کی دفعہ 100 اے کی آئینی حیثیت پر اس عدالت کے سامنے سالم ایڈوکیٹ بار ایسوسی ایشن، ٹی این وغیرہ بنام یونین آف انڈیا (2003) [1 ایس سی سی 49 میں سوال اٹھایا گیا، جس میں اس عدالت نے اس کے جواز کو برقرار رکھتے ہوئے کہا۔

دفعہ 100 اے دو طرح کے مقدمات سے متعلق ہے جن کا فیصلہ واحد جج کرتا ہے۔ ایک وہ جگہ ہے جہاں واحد جج اپیلیٹ فرمان یا حکم سے اپیل کی سماعت کرتا ہے۔ اس طرح کے معاملے میں مزید اپیل کے سوال پر غور نہیں کیا جاسکتا ہے اور نہ ہی اس پر غور کیا جانا چاہئے۔ تاہم، جہاں ٹرائل کورٹ کے حکم کے خلاف عدالت عالیہ کے سامنے اپیل دائر کی جاتی ہے، تو یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ آیا مزید اپیل کی منظوری دی جانی چاہئے یا نہیں۔ فی الحال بھی کیس کی قیمت پر منحصر ہے، اصل حکم نامے کی اپیل یا تو واحد جج کے ذریعہ سنی جاتی ہے یا عدالت عالیہ کی ڈویژن بنچ کے ذریعہ۔ جہاں اس طرح دائر کی گئی باقاعدہ پہلی اپیل کی سماعت ڈویژن بنچ کے ذریعہ کی جاتی ہے، وہاں انٹر کورٹ اپیل ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ یہ صرف ان معاملوں میں ہے جہاں قیمت کافی نہیں ہے کہ عدالت عالیہ کے قواعد باقاعدگی سے پہلی اپیل کو واحد جج کے ذریعہ سننے کا اہتمام کر سکتے ہیں۔

15، ایسے معاملے میں اپیل کا ایک اور حق دینا جہاں شامل رقم ڈویژن بنچ کو برائے نام ہے، واقعی غیر ضروری طور پر کام کے بوجھ میں اضافہ کرے گا۔ ہمیں نہیں لگتا کہ انٹر کورٹ اپیل کی فراہمی نہ کرنے سے مدعی کے ساتھ کوئی تعصب پیدا ہوگا، یہاں تک کہ جہاں اس میں شامل قیمت زیادہ ہے۔ ایسی صورت میں عدالت عالیہ قواعد کے مطابق یہ اہتمام کر سکتی ہے کہ ڈویژن بنچ باقاعدہ پہلی اپیل کی سماعت کرے گا۔ لہذا ترمیم شدہ دفعہ 100 اے میں کوئی خامی نہیں پائی جاسکتی۔

تاہم، یہ رائے دی گئی تھی کہ ضابطہ اخلاق کی دفعہ 89 کے طریقہ کار کے سلسلے میں طریقہ کار وضع کرنے کی ضرورت ہے اور اس معاملے کے لئے، دیگر دفعات جو ترمیم کے ذریعہ متعارف کرائی گئی ہیں، ان کو چلانا پڑ سکتا ہے۔ اس مقصد کے لئے لاء کمیشن آف انڈیا کے چیئرمین کی سربراہی میں ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی تاکہ اس بات کو یقینی بنایا جاسکے کہ ترمیم مؤثر ہوں اور اس کے نتیجے میں انصاف کی فوری فراہمی ہو۔ اس نے ایک رپورٹ پیش کی۔ تاہم ہمیں اس سے کوئی سروکار نہیں ہے۔

ضابطہ کے تحت اپیل کا حق قانونی ہے۔ اپیل کا یہ حق عدالت عالیہ کے لیٹرز پیٹنٹ یا عدالت عالیہ بنانے والے قوانین کے تحت بھی دیا جاتا ہے۔

ایک اپیل، جیسا کہ سب جانتے ہیں، ایک اعلیٰ عدالت میں داخل ہونے کا حق ہے جو مندرجہ ذیل عدالت کی غلطی کا ازالہ کرنے کے لئے اس کی مدد اور مداخلت کا استعمال کرتا ہے۔ اپیل دائر کرنے کے پیچھے مرکزی خیال دائیں بازو کے گرد گھومتا ہے جو اس کے لئے طے شدہ طریقہ کار سے مختلف ہے۔

یہ عدالت میسر حسین قاسم دادا (انڈیا) لمیٹڈ میں ہے۔ ریاست مدھیہ پردیش اور دیگر، اے آئی آر (1953) ایس سی 221، نے رائے دی:

”11۔ مذکورہ بالا فیصلے جناردن ریڈی بنام ریاست اور گنپت رائے بنام اگر وال چیمبر آف کامرس لمیٹڈ اس اصول کو برقرار رکھتے ہیں کہ اپیل کا حق صرف طریقہ کار کا معاملہ نہیں ہے۔ یہ بنیادی حق کا معاملہ ہے۔ اپیل کا یہ حق ایک کم تر ٹریبونل کے فیصلے سے لے کر کس تک ہے۔ ایک اعلیٰ ٹریبونل اس وقت کسی فریق کے ماتحت ہو جاتا ہے جب کارروائی کا آغاز اس وقت ہوتا ہے جب نچلی عدالت کی طرف سے فیصلہ سنانے سے پہلے۔ جینکنز سی جے کی زبان میں نانا بنام شیخ (اوپر) کا اپیل کے موجودہ حق میں خلل ڈالنا محض طریقہ کار میں تبدیلی نہیں ہے۔ اس طرح کا حق اس وقت تک چھینا نہیں جاسکتا جب تک کہ اس کا اظہار یا ضروری ارادہ نہ ہو۔ اس طرح کے حق میں مداخلت کرنے یا نقصان پہنچانے یا خطرے میں ڈالنے کا ارادہ اس وقت تک فرض نہیں کیا جاسکتا جب تک کہ اس طرح کے ارادے کو واضح الفاظ یا ضروری مضمرات کے ذریعہ واضح طور پر ظاہر نہ کیا جائے۔

سوال یہ ہے کہ کیا دفعہ 100 اے اس طرح کے حق کو چھین لیتی ہے۔ ہماری رائے میں، ایسا نہیں ہے۔ ایک اپیل، جیسا کہ سب جانتے ہیں، اصل کارروائی کا تسلسل ہے۔



شیو شکتی کو آپریٹو میں۔ ہاؤسنگ سوسائٹی، ناچپور بنام میسر سوراج ڈویلپرز اور دیگر اے آئی آر (2003) ایس سی 2434، اس عدالت نے کہا:

1.7۔ اپیل کا حق قانونی ہے۔ اپیل کا حق کسی کو وراثت میں نہیں ملتا۔ جب قانون کے ذریعہ تفویض کیا جاتا ہے تو یہ ایک ذاتی حق بن جاتا ہے۔ اس سلسلے میں اپیل کے حق اور مقدمے کے حق کے درمیان لازمی فرق ہے۔ جہاں مقدمہ دائر افرادی میں فطری حق ہے اور اس کی برقراری کے لئے اسے قانون کے کسی اختیار کی ضرورت نہیں ہے، اپیل کے لئے ایسا کرنا ضروری ہے۔ جیسا کہ ریاست کیرالہ بنام کے ایم چریا عبداللہ اینڈ کمپنی میں دیکھا گیا ہے، صحیح اپیل اور نظر ثانی کے درمیان فرق دونوں اظہارات میں پائے جانے والے اختلافات پر مبنی ہے۔ اپیل کارروائی کا تسلسل ہے۔ درحقیقت پوری کارروائی اپیلیٹ اتھارٹی کے سامنے ہوتی ہے اور اس کے پاس قانونی حدود کے تحت شواہد کا جائزہ لینے کا اختیار ہوتا ہے۔ لیکن نظر ثانی کی صورت میں، نظر ثانی کرنے والی اتھارٹی کے پاس چاہے جو بھی اختیارات ہوں یا نہ ہوں، اس کے پاس ثبوتوں کا جائزہ لینے کا کوئی اختیار نہیں ہے، جب تک کہ قانون واضح طور پر اسے یہ اختیار نہیں دیتا۔ ہری شکر اور دیگر بنام راؤ گردھاری لال چودھری کی چار کئی پنچ نے نوٹ کیا کہ اپیل اور نظر ثانی کے درمیان فرق حقیقی ہے۔ اپیل کا حق قانون کے ساتھ ساتھ حقائق پر بھی دوبارہ سماعت کا حق رکھتا ہے، بشرطیکہ اپیل کا حق دینے والا قانون کسی طرح سے دوبارہ سماعت کو محدود نہ کرے، جیسا کہ کوڈ کے تحت پیدا ہونے والی دوسری ایپلوں میں کیا گیا ہے۔ سماعت کا اختیار عام طور پر ایک اعلیٰ عدالت کو دیا جاتا ہے تاکہ وہ خود کو مطمئن کر سکے کہ کسی خاص کیس کا فیصلہ قانون کے مطابق کیا گیا ہے۔ ضابطہ اخلاق کی دفعہ 115 کا حوالہ دیتے ہوئے کہا گیا کہ مذکورہ شق کے تحت عدالت عالیہ کے اختیارات مخصوص اقسام کے مقدمات تک محدود ہیں۔ وہاں کا حق صرف دائرہ اختیار اور دائرہ اختیار تک محدود ہے۔

ہندوستانی جانشینی ایکٹ کے تحت عدالتی اپیل کی قابل سماعت ہونے کے سلسلے میں ایک سوال اس عدالت کے سامنے سوبل پال بنام ملینا پال اور دیگر (2003) 10 ایس سی سی 361، معاملہ میں غور کے لئے آیا۔ جس میں اس عدالت نے رائے دی:



یہ متنازعہ نہیں ہے کہ ایکٹ کی دفعہ 299 واضح طور پر عدالت عالیہ میں اپیل کا اہتمام کرتی ہے۔ لہذا اپیل کا حق ضابطہ دیوانی کی دفعہ 104 کے تحت حاصل نہیں ہے۔ 1908ء میں مذکورہ دفعات میں لیٹر پیٹنٹ کے اطلاق کے بارے میں مختلف عدالت عالیہ کے فیصلوں میں دیئے گئے اختلافات کے پیش نظر مذکورہ دفعات میں ”کسی دوسرے ایکٹ کے ذریعہ واضح طور پر فراہم کردہ الفاظ کو چھوڑ کر“ شامل کیا گیا تھا۔ کلکتہ، مدراس اور بمبئی عدالت عالیہ نے ہریش چندر چودھری بنام پریوی کونسل کے فیصلوں کی پیروی کی۔ کالی سندری دیوی، (1883) 9 کلکتہ 482:10 ایل اے 4 نے کہا کہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ 588، جیسا کہ اس وقت موجود تھی، لیٹرز پیٹنٹ کی شق 15 کے دائرہ اختیار کو ختم نہیں کرتی ہے جبکہ الہ آباد عدالت عالیہ نے بنوں بی بی بنام بنوں بی بی کے معاملے میں فیصلہ کیا تھا۔ مہدی حسین، (1889ء) 375 اس کے برعکس تھا۔ لہذا کلکتہ، مدراس اور بمبئی عدالت عالیہ کے فیصلوں کو نافذ کرنے کے لیے 1908 کے ایکٹ میں مذکورہ الفاظ شامل کیے گئے تھے۔

مزید کہا گیا:

21۔ اگر اس قانون کے تحت اپیل کا حق فراہم کیا گیا ہے تو اس میں اس کی حد بھی فراہم کی جانی چاہئے۔ اپیل کا حق جو لیٹرز پیٹنٹ کے تحت فراہم کیا گیا ہے اسے محدود نہیں کہا جاسکتا۔ قانون میں کسی شق کی عدم موجودگی میں اپیل کے حق کی حد کا آسانی سے اندازہ نہیں لگایا جاسکتا ہے۔ اب یہ بات طے ہو چکی ہے کہ اعلیٰ عدالت کے ایپیلیٹ دائرہ اختیار کو صرف اس وجہ سے خارج نہیں کیا جاتا کہ ماتحت عدالت اپنے خصوصی دائرہ اختیار کا استعمال کرتی ہے۔ جی پی سنگھ کی کتاب ’قانونی تشریح کے اصول‘ میں کہا گیا ہے:

”اعلیٰ عدالتوں کے ایپیلیٹ اور نظر ثانی کے دائرہ اختیار کو صرف اس وجہ سے خارج نہیں کیا جاتا ہے کہ ماتحت عدالت ایک خصوصی دائرہ اختیار کا استعمال کرتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب اس ایکٹ کے تحت چلنے والے معاملات پر ایک خصوصی ایکٹ کسی قائم شدہ عدالت کو دائرہ اختیار فراہم کرتا ہے، جیسا کہ نامزد شخص سے مختلف ہے، تو اس عدالت کے طریقہ کار کا عام واقعہ بشمول اس کے فیصلے کے خلاف اپیل یا نظر ثانی کا کوئی عام حق اس کی طرف راغب ہوتا ہے۔“

22۔ لیکن مذکورہ بالا قاعدے سے استثنیٰ ان معاملات پر ہے جہاں خصوصی ایکٹ اسے ایک خود ساختہ کوڈ مقرر کرتا ہے جس میں عام قانون کے طریقہ کار کے اطلاق کو ظاہری طور پر خارج کر دیا جائے گا۔ (دیکھیے اپادھیائے ہرگوند دیوشکر بنام۔ دھیریندر سنگھ ویربھدرسن جی سولنکی اور دیگر۔

برہن مبینی میونسپل کارپوریشن اور ایک اور بنام اسٹیٹ بینک آف انڈیا (1999) 1 ایس سی سی 123 میں اس عدالت نے کہا:

یہ دفعہ کسی فیصلے کو حتمی شکل دینے میں تاخیر کو کم سے کم کرنے کے لئے متعارف کرایا گیا ہے۔ مذکورہ دفعہ کے نفاذ سے پہلے لیٹرز پیٹنٹ کے تحت دوسری اپیل میں واحد جج کے فیصلے کے خلاف اپیل کو بعض معاملوں میں قابل قرار دیا جاتا تھا، حالانکہ ضابطہ دیوانی کی دفعہ 100 کے تحت حقائق کے نتائج میں مداخلت کے خلاف کچھ رکاوٹیں تھیں۔ اس طرح کی اپیل کا سہارا لینے کا حق اب ضابطہ دیوانی کی دفعہ 100 اے کے ذریعہ چھین لیا گیا ہے.....

پی ایس ستھاپن (متوفی) میں قانونی نمائندے بنام آندھرا بینک لمیٹڈ اور دیگر (2004)

11 ایس سی سی 672، اس عدالت کی آئینی بنچ نے، اگرچہ ضابطہ اخلاق کی دفعہ 104 کے حوالہ سے کہا:

اس طرح یہ دیکھنا ضروری ہے کہ جب مقننہ عدالتی اپیل کو خارج کرنا چاہتی تھی تو اس نے خاص طور پر ایسا کیا۔ دفعہ 100 اے میں استعمال ہونے والے الفاظ بہت زیادہ احتیاط کے ذریعہ نہیں ہیں۔ 1976 اور 2002 کے ترمیمی ایکٹ کے ذریعہ ایک مخصوص اخراج فراہم کیا گیا ہے کیونکہ مقننہ جانتی تھی کہ اس طرح کے الفاظ کی عدم موجودگی میں عدالتی اپیل پر پابندی نہیں ہوگی۔ مقننہ کو معلوم تھا کہ اس نے دفعہ 104 (1) میں بچت کی شق کو شامل کیا ہے اور دفعہ 4 سی پی سی کو شامل کیا ہے۔ اس طرح اب ایک مخصوص اخراج فراہم کیا گیا تھا۔ 2002ء کے بعد دفعہ 100 اے درج ذیل ہے:

”100 اے۔ کچھ معاملوں میں مزید اپیل نہیں کی جائے گی۔ کسی بھی عدالت عالیہ یا اے کے لئے کسی بھی لیٹر پیٹنٹ میں کچھ بھی موجود ہونے کے باوجود، جس میں قانون کی طاقت موجود ہو یا فی الحال نافذ کسی دوسرے قانون میں، جہاں کسی اصل یا ایپیلیٹ فرمان یا حکم کی اپیل کی سماعت اور فیصلہ عدالت عالیہ کے واحد جج کے ذریعہ کیا جاتا ہے، اس طرح کے واحد جج کے فیصلے اور فرمان سے مزید کوئی اپیل نہیں ہوگی۔

واضح رہے کہ یہاں ایک بار پھر مقننہ نے ایک مخصوص اخراج کا اہتمام کیا ہے۔ واضح رہے کہ اب دفعہ 100 اے کی بنیاد پر کوئی عدالتی فرمان قابل سماعت نہیں ہوگی۔ تاہم، یہ تسلیم شدہ موقف ہے کہ جو قانون غالب آئے گا وہ متعلقہ وقت پر قانون ہوگا۔ متعلقہ وقت میں نہ تو دفعہ 100 اے اور نہ ہی دفعہ 104 (2) نے عدالتی اپیل پر پابندی عائد کی۔

یہ بھی مشاہدہ کیا گیا تھا:

”..... ہم دیکھ سکتے ہیں کہ جب پہلی اپیل یا دوسری ایپلو ایدج کے ذریعے نمٹا دی گئی تھی، تو عدالتی اپیل کو صرف اس وجہ سے قابل سماعت قرار دیا گیا تھا کیونکہ اس کے سلسلے میں کوئی پابندی موجود نہیں تھی۔ اس طرح کی پابندی اب کوڈ کی دفعہ 100-اے کی وجہ سے بنائی گئی ہے۔ لہذا جب کوئی قانونی پابندی موجود ہو تو کوئی اپیل قابل سماعت نہیں ہوگی۔ جب پارلیمنٹ کوئی قانون بناتی ہے تو یہ فرض کیا جاتا ہے کہ وہ دوسرے قوانین کے وجود کو جانتا ہے۔ لہذا کسی مخصوص معاملے میں اپیل کو واضح طور پر ترجیح دینے کے لیے بنائی گئی پابندی کو کسی دوسرے قانون میں اس کا ماخذ معلوم کر کے دعویٰ کرنے سے محروم نہیں کیا جاسکتا۔

مکمل کمار دتہ اور ایک اور بنام رونی جنرل ہاسپٹل لمیٹڈ اور دیگر (2006) 7 سکیل 668 میں یہ مشاہدہ کیا گیا تھا:

”جہاں تک قانون کی عام تجویز کا تعلق ہے کہ اپیل ایک ذاتی حق ہے تو اس تجویز کے ساتھ کوئی جھگڑا نہیں ہے لیکن یہ واضح کیا جاتا ہے کہ اس طرح کے حق کو بعد میں واضح طور پر یا ضروری ارادے کے ذریعہ چھینا جاسکتا ہے۔ پارلیمنٹ نے ضابطہ دیوانی کی دفعہ 100 اے میں ترمیم کرتے ہوئے 2002 کے ایکٹ 22 میں ترمیم کرتے ہوئے واحد جج کے فیصلے کے خلاف ڈویژن بنچ میں اپیل کے معاملے میں عدالت عالیہ کالیٹر پیٹنٹ اختیار چھین لیا۔ (زور دیا گیا ہے)

اس عدالت کے مذکورہ بالا فیصلوں میں بیان کردہ قانون کے اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے، یہ واضح ہے کہ ایک عدالتی فرمان، جو 2002 کے ایکٹ کے نفاذ سے پہلے دائر کی گئی تھی، قابل سماعت ہوگی۔

مزید برآں، ہماری توجہ بینٹو ڈی سوزا ایپیلیٹ (متونی) میں قانونی نمائندوں کے ذریعہ اس عدالت کے دو فیصلوں کی طرف مبذول کرائی گئی ہے۔ یو ایٹ الوارس کولا کو اور دیگر (2004) 13 ایس سی سی 438 اور سنجے زیڈ رائے اور دیگر سائی بانی ایس ڈوباسی (متونی) قانونی نمائندوں کے ذریعہ (2004) 13 ایس سی سی 439، جس میں اس عدالت نے رائے دی کہ کوڈ کی دفعہ 100 اے کا کوئی سابقہ اثر نہیں ہے۔

لہذا ہم اپیل کنندہ کے وکیل کی اس دلیل کو قبول کرنے سے قاصر ہیں کہ ضابطہ اخلاق کی دفعہ 100 اے کا سابقہ اثر ہوگا تا کہ مذکورہ ایکٹ کے نافذ ہونے سے پہلے ترجیح دی جانے والی ایپلوں کو بھی اس کے دائرے میں لایا جاسکے۔ اپیل خارج کر دی جاتی ہے بنا کسی لاگت کے۔

آر پی

اپیل خارج کر دی گئی۔